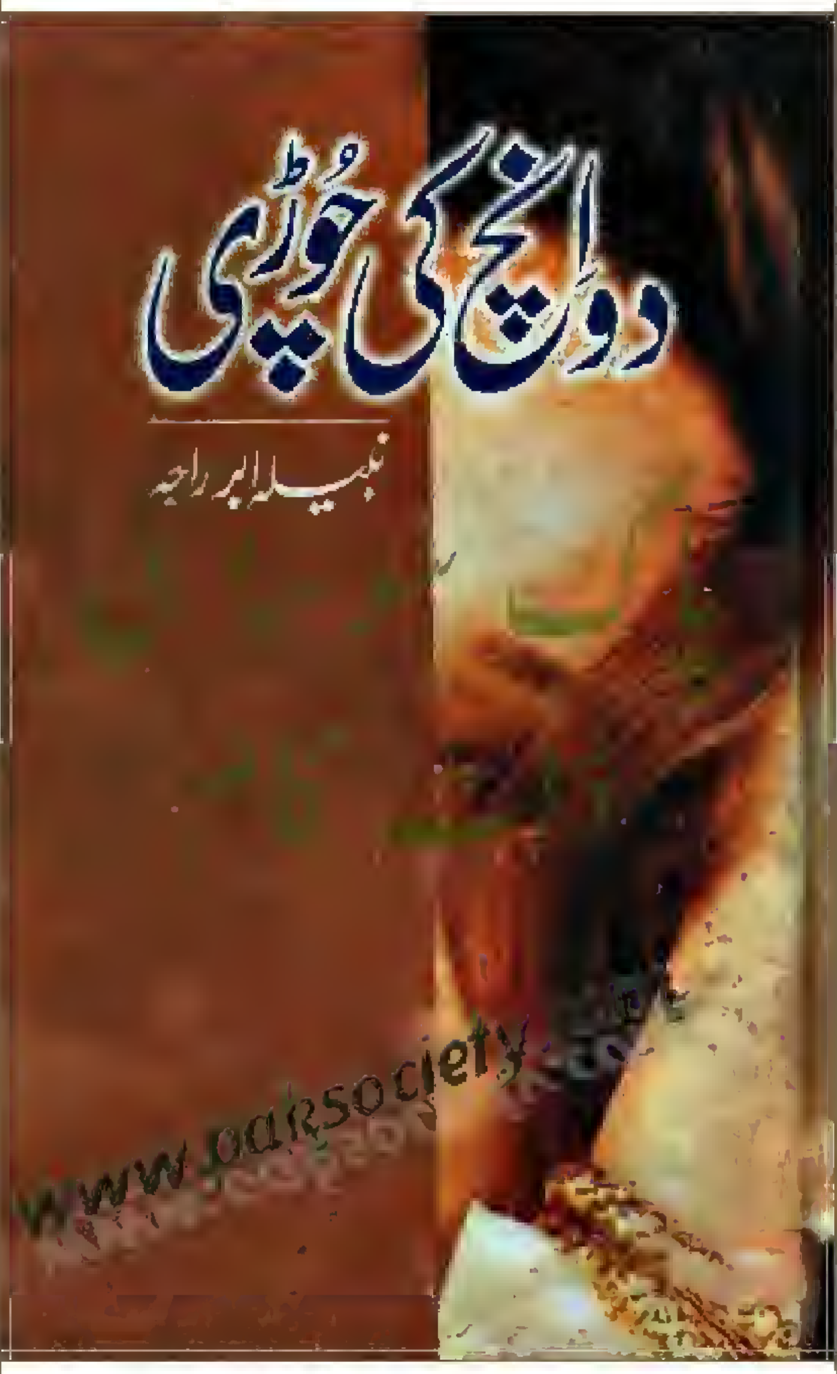

دو انچ کی جُوڑی

نبیلہ ابر راجہ

ڈوانج کی چوڑی

"مجھے تم سے کیسی محبت ہے
آسمان کے چاند کی مانند
بڑھتی گھٹتی
یہ کیسی آگ روشن ہے دل کے الاؤ میں
جو کہ
جلتی بھی نہیں بجھتی بھی نہیں
یہ کیسی چاہت ہے
دل کا دروازہ اک بار کھلا تھا
تمہاری دستک پہ
مگر!
اب یہ دروازہ کھلا بھی نہیں، بند ہوتا بھی نہیں
یہ کیسی پیاس ہے
سیراب ہوتی بھی نہیں، سیر ہوتی بھی نہیں
مجھے کیسی محبت ہے تم سے
جس کی کوئی حد ہی نہیں
جس کی کوئی سرحد ہی نہیں

"بہت زبردست لائبہ! کیا یہ آپ کی اپنی شاعری ہے۔"

فون کے دوسری طرف موجود سحر زدہ سے بیٹھے شہاب رضا کو لائبہ کے خاموش ہونے پہ ہوش آیا تو بے ساختہ تعریفی کلمات اس کی زبان سے نکلے۔ وہ دھیمی سی ہنس دی۔ شہاب کا دل ڈانواں ڈول سا ہو گیا۔

"اب میں فون بند کر رہی ہوں۔" کوئی جواب دیے بغیر دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ شہاب فون کے پاس ہی بے دم سے انداز میں لیٹ گیا، جیسے سب کچھ گنوا چکا ہو اور یہ حقیقت بھی تھی۔ صرف ایک ہفتے پہلے کی بات تھی جب وہ ہنستا مسکراتا بے فکر سا شہاب رضا تھا۔ فطرتاً لاپرواہ واقع ہوا تھا۔ اس لئے بڑی سے بڑی بات کو چٹکیوں میں اڑانا اس کی عادت تھی۔ میٹرک کے فوراً بعد ہی دوستوں کی دیکھا دیکھی اس نے اسموکنگ شروع کر دی تھی۔ لڑکیوں سے بے ضرر افیئرز بھی ساتھ ساتھ چلنے لگے تھے۔ بی کام کے بعد فارغ ہوا تھا۔ وقت گزاری کے لئے اس نے کلب جانا شروع کر دیا مگر وہاں بھی وہ زیادہ عرصہ ٹک سکا۔ پاپا بھی کویت سے ملازمت ختم ہونے کے بعد آ گئے تھے اور اس پہ سختی شروع کر دی تھی۔ من موجی اور غیر مستقل مزاج شہاب کے لئے یہ سختی سوہانِ روح تھی۔ وہ اسے کئی بار کمانے دھمانے کی تلقین کر چکے تھے۔ شہاب کا ارادہ تھا کہ وہ پراپرٹی ایڈوائزر بن کر صدر کے علاقے میں اچھی سی جگہ آفس کے لئے سیٹ کر لے۔ مگر اس سے پہلے ہی لائبہ نے اس کی زندگی میں شامل ہو کر ہلچل مچا دی۔

وہ رات گئے تک جاگنے کا عادی تھا۔ شرارتاً ہاسپٹل کے نرسنگ روم میں فون کھڑکا دیتا، وہ بھی ایک ایسی ہی رات تھی۔ وہ فون پہ نرس سارہ کو ہنس ہنس کر اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا، جب اس کے موبائل نے موسیقی بکھیرنا شروع کر دی۔ شہاب نے سارہ کو خدا حافظ کہہ کر موبائل آن کر کے کان سے لگا لیا۔

"السلام علیکم! سادیہ ہیں؟"

نرم اور شیریں سی آواز تھی۔ شہاب طرح طرح کی لڑکیوں سے بات کر چکا تھا جو اپنے اپنے انداز میں منفرد تھیں مگر اس لڑکی کی آواز دل و دماغ پہ چھا جانے والی تھی، وہ لمحے میں چت ہو گیا۔ کسی بھی نئی لڑکی سے ملتے یا پہلی بار بات کرتے ہوئے اس کی ایسی کیفیت ہوتی تھی جیسے یہی لڑکی اس کی زندگی میں آنے والی آخری لڑکی ہو۔ سو اس وقت بھی اس کی سرخ جھنڈی کی

سی حالت تھی۔ لڑکی کی آواز اتنی پیاری، اتنی شیریں اور خوبصورت تھی کہ اسے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ وہ جان بوجھ کر گفتگو کو طول دیتا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لائبہ سے دوستی نبھانے کا قول لے چکا تھا۔

* * *

لائبہ نے فون بند کیا تو اپنی کامیابی کے احساس سے اس کی گہری بادامی آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔ بے چارہ شہاب اس کے عشق میں بُری طرح مبتلا ہو چکا تھا جس کا ثبوت ہر منٹ بعد آنے والے مسڈ کال اور ایس ایم ایس تھے۔ رات کے گیارہ بجتے ہی اس کی بے قراری عروج پہ ہوتی بار بار وہ اس قسم کے ایس ایم ایس کرتا، جس میں وہ اس سے وعدہ لیتا کہ بارہ بجتے ہی وہ فون پہ بات ضرور کرے گی۔

لائبہ اپر مڈل کلاس کے خوش حال گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے تین بھائیوں میں سے دو امریکہ سے ڈالر کما کما کر روانہ کر رہے تھے۔ جبکہ تیسرا بھائی جو اس سے دو سال چھوٹا تھا آئی کام کا سٹوڈنٹ تھا۔ خود لائبہ گریجویشن کر رہی تھی۔ ابو سارا دن دوستوں میں گزار کر آتے تو ٹی وی کے آگے جم جاتے، وہ دو سال پہلے سینٹرل ایکسائز میں اچھے عہدے سے وہ دو سال پہلے سینٹرل ایکسائز میں اچھے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے اور اب بے فکری سے وقت گزار رہے تھے۔

امی سیدھی سادی گھریلو خاتون تھیں نوکرانی کے ہونے کے باوجود وہ خود بھی ساتھ ساتھ لگی رہتیں ان کا زیادہ وقت میاں اور بچوں کے پسندیدہ کھانے پکانے میں صرف ہوتا۔ خاندان والوں سے ملنے ملانے کی شوقین تھیں اس لئے گھر میں آئے دن مل بیٹھنے کے بہانے تلاش کیے جاتے۔ جوان ہونہار بیٹوں کی ماں ہونے کی وجہ سے ان کی بھی پذیرائی حد سے زیادہ ہی کی جاتی۔ محلے اور خاندان کی ہر تقریب ان کے بغیر ادھوری تصور کی جاتی۔ خود لائبہ بھی مجلسی تھی۔

وہ فطرتاً حساس، خوش مزاج، قدرے بے باک اور رومانوی مزاج کی مہم جو سی لڑکی تھی۔ کالج سے آنے کے بعد اسے بوریت کا شکوہ ہی رہتا۔ فائنل ایگزامز کی تیاری کے لئے چند روز چھٹیاں اس کے لئے عذاب بن گئیں۔ وقت تھا کہ گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ سب فرینڈز پڑھائی میں مصروف تھیں اس لئے ملنا ملانا بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ رات فیصل

ایک انگریزی مووی لایا تو تھوڑی سی دیکھ کر وہ بور ہو کر اٹھ آئی۔ کمرے میں آ کر ٹہلنے لگی۔ اچانک فون پر نظر پڑی تو تیر کی طرح ایک خیال ذہن میں آیا، چند سیکنڈ بعد ہی اس کی انگلیاں بے اختیار ہی ایک اجنبی نمبر ڈائل کر رہی تھیں۔ دوسری طرف سے جو آواز آ رہی تھی وہ کسی لڑکے کی تھی جو آواز سے مہذب اور پڑھا لکھا لگ رہا تھا۔

لائبہ کی ساری بوریت پل بھر میں اڑنچھو ہو گئی، فون پر اس طرح کسی سے بات کرنے کا اس کا یہ پہلا موقع تھا۔ کزنز سے تو ویسے ہی مذاق چلتا ہی رہتا تھا۔ نام تو بوقت پیدائش اس کا گل تجویز ہوا تھا مگر پکارتے سب لائبہ کے نام سے تھے اب یہ حال تھا کہ اصل نام اب صرف تعلیمی کاغذات اور شناختی کارڈ تک محدود رہ گیا تھا۔ وہ خود بھی لائبہ کے نام سے ہی تعارف کرواتی تھی۔

رضوان وہ پہلا لڑکا تھا جس سے اس کی فون پہ لمبی لمبی باتیں ہوتی رہیں۔ وہ پنڈی میں بہن کے پاس رہتا تھا۔ شروع شروع میں تو کسی کو پتہ ہی نہیں چلا کہ رضوان فون پہ لمبی لمبی باتیں کرتا ہے لیکن ایک روز بھابی نے دوسرے سیٹ پہ اتفاق سے سن لیا تو اسی روز رضوان کو یہاں سے بوریا بستر گول کرنا پڑا۔ کراچی واپس جاتے ہوئے وہ بہت اداس اور مضمحل لگ رہا تھا۔ لائبہ نے اسے بڑی تسلیاں دی تھیں کہ وہ اسے ہمیشہ اسی طرح یاد رکھے گی اور خط لکھے گی، موقع ملنے پہ فون بھی کر لیا کرے گی۔ درحقیقت لائبہ نے رضوان سے جان چھوٹنے پہ دل ہی دل میں شکر ادا کیا تھا۔

وہ لائبہ کے ساتھ سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا اس کی معنی خیز باتیں اچھی لگنے کے باوجود بھی کبھی کوفت میں مبتلا کر دیتی تھیں۔

کراچی جا کر بھی رضوان کی بے قراری میں کمی نہ آئی وہ اب لمبی لمبی کالز تو کر نہیں سکتا تھا، مجبوراً ایس ایم ایس کا سہارا لیتا۔ مگر لائبہ اب اس کی طرف سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ رانگ نمبرز پہ لڑکوں کیساتھ باتیں کرنا اسے بڑا دلچسپ مشغلہ لگا تھا، لگے ہاتھوں اس نے اپنی فرینڈ زہرا اور ہما کو بھی وقت گزاری کا یہ مشورہ دیا تھا۔ لائبہ رانگ نمبرز کو شکار کا نام دیتی تھی، اس لحاظ سے شہاب اس کا دوسرا شکار تھا۔ شہاب جو رضوان کی طرح اس کی آواز سن کر ہی دل و جان سے عاشق ہو چکا تھا۔

شروع شروع میں شہاب کے ساتھ بات کر کے اسے بڑا لطف آیا۔ لائبہ نے ایک

عقل مندی کی تھی وہ یہ کہ اس نے شہاب کو اپنا پی ٹی سی ایل نمبر نہیں دیا۔ مجبوراً وہ رات بارہ بجے تک جاگتا رہتا۔ اتفاق سے لائبہ کے پاس بھی اسی موبائل کمپنی کا کنکشن تھا جو شہاب کے پاس تھا۔ رات بارہ بجے سے صبح سات بجے تک پر منٹ ایک روپیہ تھا۔ شروع شروع میں شہاب پیا سے پیسے لے کر کارڈ ڈاؤن لوڈ کرتا رہا لیکن آخر کب تک؟ پپا اس کی کام چوری سے از حد نالاں تھے تنگ آ کر اس کا خرچہ ہی بند کر دیا۔ ادھر شہاب کا یہ تقاضا بھی زور پکڑ گیا تھا کہ وہ لائبہ کو دیکھنا چاہتا ہے۔ لائبہ جو بڑی بولڈ بنتی تھی ایک بار بھی کسی ٹیلی فونک فرینڈ سے ابھی تک نہیں ملی تھی۔ اس میں شاید کچھ دخل اس کے گھریلو ماحول کا بھی تھا جو خوش حالی کے باوجود کسی حد تک روایتی تھا۔ لائبہ شاید مل بھی لیتی پھر اس کے والد ابراہیم صاحب جو اس معاملے میں روایتی باپ تھے بھائی کے سوا اس کے اکیلے کہیں آنے جانے کی آزادی نہیں تھی۔ کالج کھلے تو شہاب کی دلی مراد بر آئی۔ لائبہ کے پیپرز ہو چکے تھے اسے مارک شیٹ اور رزلٹ لینے کے لئے آنا تھا۔ فیصل اسے گیٹ کے آگے اتار کر واپس چلا گیا۔ وہ اندر جانے کے بجائے کالج کے گیٹ پر کھڑی ہو گئی اس سے پہلے کہ وہ شہاب کو فون کر کے اپنے آنے کی اطلاع کرتی سامنے گیٹ کے آگے ایک بائیک رکی۔ نمبر پلیٹ پہ اس کی نگاہ اتفاقاً ہی پڑی تھی کچھ اس کی حسات بھی تیز تھیں شہاب نے موٹر بائیک پہ آنے کو کہا تھا ساتھ اس نے نمبر رنگ اور میک بھی بتا دیا تھا۔ اپنے کپڑوں کے بارے میں اس نے بتایا تھا کہ وہ بلیو شرٹ اور بلیک پینٹ میں ہو گا۔ شہاب ہیلمٹ اتار رہا تھا۔ تب لائبہ نے دیکھا وہ اچھا خاصا سمارٹ سا نوجوان تھا۔ پر اس کی توقع پر وہ ذرا بھی پورا نہیں اترا تھا۔ شہاب نے اپنے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس سے لائبہ نے ایک افسانوی ہیرو کا خاکہ تراش لیا تھا۔ مگر شہاب اس کے افسانوی خاکے سے ذرا میل نہیں کھا رہا تھا۔ تب اس نے وہیں کھڑے کھڑے فیصلہ کیا اور اپنا چہرہ دوپٹے سے اس طرح ڈھانپ لیا کہ اب صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ شہاب متلاشی انداز میں بار بار گیٹ سے اندر جھانک رہا تھا۔ لائبہ اس کے پاس سے گزر کر اندر چلی گئی۔ موبائل اس کے پاس تھا جو اس نے ابھی ابھی آف کیا تھا۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد شہاب غصے کے عالم میں واپس چلا گیا۔ ادھر وہ گیا ادھر فیصل گاڑی لئے لائبہ کو لینے آ گیا۔ رات جب شہاب کا فون آیا تو لائبہ نے بڑی سنجیدگی سے اپنی اچانک طے پا جانے والی شادی کا بتایا، وہ اپنے ڈرامے میں بڑی کامیابی سے حقیقت کا رنگ بھرنے میں کامیاب رہی تھی۔

"اب مجھے فون مت کرنا میرا ہونے والا شوہر بڑا شکی مزاج ہے۔" اس نے آخری بار پھر شہاب کو یاد دہانی کرائی تو وہ دانت پیسنے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ دکھاوے کے طور پہ لائبہ نے اپنا موبائل پورا ایک ہفتے آف کیے رکھا تاکہ شہاب اس کی طرف سے مایوس ہو جائے۔

◆ …… ◆ …… ◆

لائبہ کی چچازاد عائشہ اپنے ماموں کی شادی میں شرکت کے لئے راولپنڈی آئی ہوئی تھی۔ ماموں عزیز لائبہ کے بھی رشتہ دار تھے سو وہ بھی بڑی پرجوش ہو رہی تھی۔ یوں تو دونوں کے مزاج میں کافی تضاد تھا اس کے باوجود دونوں میں ٹھیک ٹھاک دوستی بھی تھی۔ لائبہ بھی اس کی آمد سے کافی خوش نظر آ رہی تھی اور یہ سن کر اس کی خوشی دو چند ہو گئی تھی کہ چچا کی جلد ہی راولپنڈی پوسٹنگ ہونے والی ہے۔ عائشہ کی کمپنی میں وہ بہت خوش تھی اتنی کہ اسے اپنی فون والی ایکٹیویٹی بھی بھولی ہوئی تھی۔

عائشہ سلجھے ہوئے مزاج کی لڑکی تھی۔ پورے خاندان میں اس کی تعریف ہوتی تھی اچھے بیٹوں کی ماؤں نے عائشہ کی ماں زینب بیگم سے دبے لفظوں میں اظہار پسندیدگی کیا تھا جس پر انہوں نے سوچنے کی مہلت مانگی تھی۔ دراصل تعلیم مکمل کیے بغیر وہ عائشہ کی شادی کے حق میں نہیں تھیں اس لئے ٹال رہی تھیں۔ بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز انہیں بیٹی تھی خدمت گزار، سعادت مند ان کی جنبش ابرو کی منتظر۔ ان دونوں میاں بیوی کو بجا طور پہ اس پر فخر تھا۔ اس نے کبھی ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی تھی۔

وہ شادی میں شرکت کرنے کی خاطر دو ہفتے کے لئے پنڈی آئی تھی۔ آج لائبہ ضد کر کے اسے اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ حالانکہ شادی والے گھر میں ممانی اس کی ضرورت محسوس کر رہی تھیں۔ مگر وہ لائبہ ہی کیا جو کسی کی بات مان جائے۔

"تم یہاں بیٹھو میں فریزر سے آئس کریم نکال کر لاتی ہوں، مزے مزے کی باتیں کرتے ہیں، ساری رات جاگیں گے۔" لائبہ کپڑے بدل کر باہر نکل گئی۔ شیشے کے خوبصورت پیالوں میں ٹوٹی فروٹی آئس کریم تھی۔ موسم کی مناسبت سے دونوں ٹھنڈی میٹھی آئس کریم سے لطف اندوز ہو رہی تھیں، تب لائبہ نے اسے ٹیلی فونک عاشقوں کی کہانیاں سنانا شروع کر دیں۔ عائشہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بے یقینی کی کیفیت لئے لائبہ کو دیکھے جا رہی تھی۔ وہ ہنس ہنس کر اپنی کارگزاریاں بتا رہی تھی۔

"تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ایک سو ایک فیصد سچ، کیا بتاؤں دونوں ہی مجھ پہ مرنے لگے تھے۔" اس کے لہجے میں تفاخر سا تھا۔ "بلکہ ٹھہرو یہ شہاب کے مزے مزے کے ایس ایم ایس تمہیں پڑھواتی ہوں۔" تپائی پہ پڑا موبائل اس نے اٹھا کر آن کر دیا۔

"یہ لو پڑھو۔" لائبہ نے مطلوبہ ایس ایم ایس سامنے اسکرین پہ دکھائی دیتے ہی موبائل اس کی طرف بڑھایا تو ناچار عائشہ نے سلور اور نیلے رنگ کا موبائل پکڑ لیا۔

If I had a wish
I Would be ur tear
to born in ur eyes
to die on ur lips

بے چاری عائشہ کے چہرے پہ پسینے کے قطرے جگمگانے لگے۔ اس کے لئے یہ سب نیا تو نہیں انوکھا ضرور تھا اس سے ابھی تک ایسی کوئی حرکت سرزد نہیں ہوئی تھی نہ یوں کسی نوجوان نے بے دھڑک اظہار پسندیدگی کیا تھا۔ اس کی پرورش دادی جان کے مشفق سائے اور زینب بیگم جیسی نیک عورت کے ہاتھ میں ہوئی تھی، پھر گھر کا ماحول ایسا تھا کہ اس طرح کی باتیں اس کے یہاں نہیں ہوتی تھیں۔

لائبہ کی پارے کی طرح متحرک رہنے والی عادت سے وہ واقف تھی مگر وہ اس حد تک آگے جائے گی یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

"لائبہ! یہ سب کچھ درست نہیں ہے۔ تمہارے ساتھ مذاق میں کچھ بھی ہو سکتا ہے پھر یہ مرد بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔"

"مگر لائبہ وقت گزاری کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔" وہ رسان سے بولی تو لائبہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"یار! کیا کروں۔ امی بھائیوں کی شادیاں بھی تو نہیں کرتی ہیں تاکہ بھابیاں گھر میں آئیں تو کچھ ذہن بٹا رہے۔ ابو کو تم جانتی ہو وہ اولاد میں اور خود میں فاصلے کے قائل ہیں، شاید بے تکلف ہونے سے احترام میں کمی آ جائے۔ رہ گئیں امی تو ان کی اپنی مصروفیات ہیں ان کے خیالات بھی ابو سے ملتے جلتے ہیں اور پھر تم جانتی ہی ہو کہ ابو، بیٹیوں کو زیادہ سر چڑھانے

کے قابل نہیں ہیں، اس طرح گھور کے دیکھتے ہیں مانو جان ہی نکل جاتی ہے۔" بے بسی سے بولتی لائبہ اس وقت اسے بہت معصوم لگی۔

"پھر بھی تم اچھا نہیں کر رہی ہو، اگر ابراہیم چاچو کو خبر ہو گئی تو......"

"نہیں ہوتی، انہیں میری پروا ہو تب نا۔" اور اس کی لائبہ پہ پہلے سے بے اختیار پیار آ گیا۔

"پھر بھی میری مانو تو محتاط رہو، یہ سب بہت خطرناک ہے۔ خاندان میں اگر کسی کو خبر ہو گئی تو خیر نہیں ہے پھر سب سے بڑھ کر ابراہیم چاچو وہ تو تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔" وہ اسے نتائج سے ڈرا رہی تھی۔ وقتی طور پر لائبہ بھی سمجھ گئی۔ پھر وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں۔

* * *

لائبہ گریجویشن کے بعد تعلیم کے سلسلے کو جاری رکھنا چاہتی تھی مگر ابو ایجوکیشن کے خلاف تھے مجبوراً اسے دل مارنا پڑا۔ اب پھر ایک بار وہ تھی اور اس کی تنہائیاں۔ بوریت سے بچنے کے لیے اس نے اخبارات و رسائل میں پناہ ڈھونڈنے کی کوششیں کیں، پر جلد ہی اس کی بے چین فطرت اکتا گئی تو ایک بار پھر اس نے ٹیلی فون میں پناہ ڈھونڈ لی۔

اس دفعہ اس کے موبائل پہ بذات خود ایک رانگ کال نے ابتدا کی۔ یہ ذیشان نام کا درمیانی عمر کا مرد تھا۔ کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر اس نے صاف صاف لائبہ سے فرینڈشپ کا اظہار کیا۔

"دیکھیں، میں لاہور کا رہنے والا ہوں۔ یہاں پنڈی جاب کے سلسلے میں مقیم ہوں۔ میں آپ کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ شادی شدہ اور صاحب اولاد ہوں، مگر شادی میری مرضی سے نہیں ہوئی ہے۔ میں تنہائیوں کا مارا ہوا ہوں۔" ذیشان کے لہجے میں کچھ ایسا گداز تھا کہ لائبہ پگھل کر رہ گئی۔ پھر آنے والے دنوں میں ذیشان اس کے قریب آنے کی کوششیں کرتا رہا۔

"لائبہ! میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں، دیکھنا چاہتا ہوں کہ جس کی آواز اتنی رسیلی اور مدھر ہے وہ خود کیسی ہوگی۔ لائبہ آئی لو یو۔ میں نے کسی کے لیے بھی ایسی تڑپ محسوس نہیں کی ہے جو آپ کے لیے کر رہا ہوں آپ نے تو مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا ہے۔ رات کے اس سناٹے میں، میں شدت سے آپ کی کمی محسوس کر رہا ہوں کاش اس وقت تم میرے سامنے ہوتیں تو......" ذیشان اچانک آپ سے تم پہ اتر آیا۔ اس کی کھلی ڈلی باتوں سے لائبہ کے رخسار تپنے لگے۔ رضوان اور شہاب نے کب اس سے ایسی باتیں کی تھیں، وہ عام سے عشقیہ ڈائیلاگ

بولتے تھے۔ اپنی عمر کے مطابق ڈرتے ڈرتے ناپ تول کر اظہارِ محبت کرتے تھے، مبادا لائبہ بُرا نہ مان جائے مگر ذیشان ایسا نہیں تھا۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ کم عمر لڑکیوں سے کیسے بات کر کے چاروں شانے چت کیا جاتا ہے۔ اس نے آزمودہ طریقہ اپنایا تھا۔

دوسرے ہفتے ہی اس نے لائبہ کو شادی کی آفر کر دی ڈالی۔

"مجھ سے شادی کرو گی، یقین کرو بہت خوش رہو گی۔ تقریباً اڑھائی سال سے میرا اپنی بیگم سے کوئی ریلیشن نہیں آخر میں بھی تو انسان ہوں نا۔" وہ پسینہ پسینہ ہو گئی۔ بچی تو نہیں تھی کہ اس کی باتوں کا مطلب نہ سمجھتی۔

"لائبہ! مجھ سے ملو نا، ملو گی نا۔" اس نے بے اختیار اثبات میں سر ہلا دیا۔

عائشہ کے والد اسماعیل صاحب کی پوسٹنگ راولپنڈی ہوئی تو کسی مناسب گھر کے ملنے تک ابراہیم صاحب نے انہیں بخوشی اسے اپنے گھر ٹھہرنے کی پیشکش کی۔ زینب کو دیور اور دیورانی کا احسان لینا گوارا نہیں تھا مگر ان کے خلوص کے آگے دونوں مجبور ہو گئے۔

ڈبل سٹوری یہ گھر اچھا خاصا کشادہ اور خوبصورت تھا۔ وہ خاندان اس میں با آسانی رہ سکتے تھے۔ شروع شروع میں زینب نے کچھ اجنبیت محسوس کی، مگر نفیسہ اور ابراہیم صاحب کے اپنائیت بھرے رویے نے ان کے سارے خدشات دور کر دیے۔ پھر ابراہیم بھی چھوٹے بھائی کی موجودگی سے بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ اِدھر لائبہ کو راز دار دوست میسر آ گئی تھی۔ عائشہ اس کے کمرے میں ہی مقیم تھی۔

ذیشان کے بارے میں الف تا یے اس نے سب کچھ بتا دیا تھا عائشہ سدا کی بزدل خوفزدہ ہو گئی، اِدھر ذیشان کا یہ مطالبہ زور پکڑتا جا رہا تھا کہ لائبہ اس سے جلد از جلد ملے۔ راولپنڈی آتے ہی عائشہ کے لئے بہت اچھی فیملی سے رشتہ آ گیا۔ ولید ان کے گہرے دوست کا بیٹا تھا، اگر وہ خاندان میں کسی جگہ ہاں کرتے تو باقی دونوں گھر ناراض ہو جاتے اس لئے ان کا ارادہ تھا کہ ولید کے لئے ہی ہاں کریں گے۔ اس سلسلے میں عائشہ سے رضامندی لی گئی تو اس نے ماں باپ پہ فیصلہ چھوڑ دیا۔

✿ …… ✿ …… ✿

"ذیشان بھائی! وہ بہت چالاک لڑکی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی شادی شدہ ہونے کا سن کر کبھی بھی آپ سے ملنے نہیں آئے گی، اس لئے مجھے کچھ اور ہی کرنا پڑے گا۔"

شدت جذبات سے شہاب کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

ذیشان اس کا خالہ زاد بھائی تھا۔ لائبہ کے ساتھ دل لگی کا سلسلہ جو ہنسی مذاق میں شروع ہوا تھا اس کے لئے سچ مچ دل کی لگی بن گیا تھا، پھر اس نے جھوٹ بول کر جس طرح دامن چھڑانے کی کوشش کی تھی اس سے شہاب کی مردانہ انا جاگ اٹھی تھی۔ وہ ہر صورت لائبہ کو نیچا دکھانا چاہتا تھا اس کے ذہن میں کئی منفی منصوبے جنم لے چکے تھے۔ اسی لئے اس نے ذیشان کو راز دار بنایا تھا۔ چرب زبان ہونے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا تب ہی تو وہ خوشی خوشی لائبہ کے ساتھ بات کرتے تھے۔

"میں ولید سے مدد لیتا ہوں اصلی جنس میں ہے۔" بے اختیار ولید کا نام تاباں کر اس کے ذہن میں چمکا تو ذیشان نے اس کی طرف عجیب نگاہوں سے دیکھا۔

"وہ اس کام پہ آمادہ نہیں ہوگا۔ اس طرح کی فضولیات سے وہ دور بھاگتا ہے۔"

"میں اسے آمادہ کر لوں گا، یوں بھی معاملہ لڑکی کا ہے۔ بڑے بڑے پارسا مان جاتے ہیں۔" شہاب پر یقین تھا۔

ولید، شہاب کا جگری تھا۔ بلاک سیون میں ان کے گھر آمنے سامنے تھے۔ شہاب کو افسوس ہو رہا تھا اس نے خواہ مخواہ ذیشان کو اس معاملے میں شامل کیا، کیونکہ وہ لائبہ سے پیچھا چھڑانے کے موڈ میں نظر نہیں آ رہے تھے۔ شہاب کو ولید کا خیال اس لئے آیا تھا کہ اس کی شخصیت بڑی رومانوی سی تھی دوسرے اسے سو فیصد یقین تھا کہ لائبہ اسے دیکھ کر ہی پیچھے ہٹتی ہے ورنہ پہلے تو وہ ہنس ہنس کر باتیں کرتی تھیں۔ تب ہی اس نے ذیشان بھائی کو راز دار بنایا تھا وہ چیک کرنا چاہتا تھا کہ واقعی لائبہ سچ بول رہی ہے۔ پہلے ہفتے تک تو اس کا موبائل آف رہا پھر ٹھیک تیسرے دن ذیشان کی بات ہوئی تو وہ آواز سنتے ہی لٹو ہو گیا۔ گھر سے تو وہ پہلے ہی بیزار تھا بیوی اس کی پسند کی نہ تھی۔ گزشتہ اڑھائی سال سے لڑ جھگڑ کر میکے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ خود اس تلاش میں تھا کہ تنہائیوں کا کوئی ساتھی ملے۔ شہاب نے بیٹھے بٹھائے مسئلے کا حل بتا دیا تھا۔

ویک اینڈ کی رات بڑی خوشگوار گزر رہی تھی، لائبہ سے جوش جذبات میں وہ بڑی کھلی کھلی باتیں کہہ جاتا تھا، پھر لائبہ نے اپنے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس سے اس کا ہیجان کچھ اور بھی بڑھ گیا تھا۔ وہ رس بھرے لہجے میں بولتی تو ذیشان کو کائنات ساکت ہوتی محسوس ہوتی۔ "میرا قد پانچ فٹ دو انچ رنگ گورا ہے، ہونٹ گلابی رنگ کے ہیں، آنکھیں براؤن ہیں۔ بال کمر تک

آتے ہیں اور ہاں میری کلائی میں دوانچ کی چوڑی آتی ہے۔" وہ سچ سچ بول رہی تھی اور ذیشان اس کے تصوراتی خاکے میں کھویا ہوا تھا۔ "اُف دوانچ کی چوڑی جس کلائی میں آتی ہو گی وہ کلائی تو مکھن ملائی جیسی ہو گی۔"

"لائبہ! کب ملو گی، کیوں ترسا رہی ہو، میرا تو بُرا حال ہے۔ تمہاری محبت میں سب کچھ بھول گیا ہوں۔" وہ بے چارہ گری سے بولا تو لائبہ پاس لیٹی عائشہ کو دیکھ کر فخریہ انداز میں ہنس دی۔

"میں آپ سے کیسے ملوں۔" اس کے انداز میں دنیا جہان کی بے چارگی رچی ہوئی تھی۔

"میں حجاب لیتی ہوں مکمل پردہ کر کے باہر آتی ہوں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں، کیا سمجھے آپ۔" وہ ادا سے بولی تو ذیشان کی آنکھوں میں عقابی سی چمک آئی۔

"تو کیا ہوا میں کونسا آپ کو بے حجاب ہونے کو کہوں گا، صرف اپنی آنکھوں کی پیاس بجھانا چاہتا ہوں اور بس مجھے یقین ہے ایک بار مجھے دیکھنے کے بعد آپ میرے لئے پاگل نہ ہو گئیں تو کہنا۔"

"اچھا جی، یہ بات ہے۔"

"ہاں لائبہ! میں چھ فٹ کا لمبا تڑنگا باڈی بلڈر لگتا ہوں۔ باقاعدگی سے جم جاتا ہوں، ہیئر اسٹائل میرا فوجی ہے دیکھو گی تو دیکھتی رہ جاؤ گی۔ مجھے بہت سی لڑکیاں دوستی کے علاوہ اور بھی بہت کچھ آفر کر چکی ہیں مگر مرا دل تو لائبہ جیسی معصوم لڑکی میں بغیر دیکھے اٹک گیا ہے۔

اب بھلا ذیشان حسن کو اور کیا چاہیے، بس یہی خواہش ہے کہ لائبہ کی حسین محبت میں موت آئے۔" ادھر وہ اپنے آپ اس کی گفتگو سن کر اس نے ملنے کا موڈ بنا لیا تھا۔ اب عائشہ ساتھ تھی اس کی موجودگی میں وہ گھر سے کوئی بھی بہانہ کر کے نکل سکتی تھی۔

"عائشہ سو چکی تھی۔ وہ بھی آکر اپنے بستر پہ لیٹ گئی۔ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ ناقابل بیان ہلکے ہلکے سرور کے زیرِ اثر وہ جیسے آسمانوں میں پرواز کر رہی تھی۔ کچھ تو تھا ذیشان کے انداز میں کہ جیسے وہ کمزور پڑ گئی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

ولید نے عائشہ کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا زینب اور اسماعیل کو اعتراض نہیں تھا، پر ابراہیم صاحب اڑ گئے۔

"ابھی نکاح تو نہیں ہوا جو صاحبزادے دھڑلے سے فرما رہے ہیں کہ ہماری بچی کو دیکھیں گے۔ ہرگز نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔" ان کی ضد کے آگے اسماعیل صاحب بے بس ہو گئے آخر کو ابراہیم بڑے بھائی تھے کچھ بھی تھا وہ ان کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں رکھتے تھے۔ زینب کہنا چاہتی تھیں کہ اس میں حرج ہی کیا ہے شرعاً جب اس میں ممانعت نہیں ہے پر شوہر کے تیور دیکھ کر وہ بھی ڈھیلی پڑ گئیں۔ ولید کو جب علم ہوا تو اسے کافی غصہ آیا بھلا یہ بھی کوئی تک تھی کہ وہ اپنی ہونے والی شریکِ سفر کو دیکھ بھی نہیں سکتا تھا پر تو اسے پتا تھا کہ عائشہ شرعی حجاب لیتی ہے اور کافی متوازن ذہن کی مالک ہے۔

ادھر ذیشان اور شہاب اسے ایک ایڈونچر میں حصہ لینے پر اکسا رہے تھے وہ چاہتا تو نہیں تھا، کیونکہ اس طرح کی مہمات میں اس نے کبھی دلچسپی نہیں لی تھی۔ مگر شہاب نے کچھ جھوٹ سچ ملا کر ایسا نقشہ کھینچا کہ وہ نرم پڑ گیا۔ پھر انھوں کونسا کوئی لمبی چوڑی فرمائش کی تھی بس یہی کہا تھا کہ تم گاڑی میں ساتھ چلنا اور فلاں کپڑے پہننا، پھر میں اپنی محبوبہ کو دیکھ کر آ جاؤں گا۔ وہ راضی ہو گیا تھا۔

اسماعیل صاحب نے ابراہیم صاحب کے قریب ہی گھر لے لیا تھا۔ شروع کے چند دن تو گھر کی تزئین و آرائش میں لگ گئے۔ لائبہ نے شروع سے آخر تک اس کی مدد کروائی۔

سارا سارا دن اور بعض اوقات رات کو بھی ان کی طرف رک جاتی۔ اب زینب اور اسماعیل صاحب نئے گھر منتقل ہونے کی خوشی میں سارے رشتہ داروں کی دعوت کرنا چاہتے تھے۔

اس دن لائبہ افراتفری میں اس کی طرف آئی۔

"اٹھو عائشہ! میرے ساتھ ذرا مارکیٹ تک چلو، میں نے میچنگ کا دوپٹہ لینا ہے کل جو کپڑے دعوت میں پہننے تھے اس کا دوپٹہ مل ہی نہیں رہا ہے۔ آؤ تاکہ فٹ سے لے آتے ہیں۔" وہ بہت پرجوش سی ہو رہی تھی۔

"ذرا صبر کرو میں واثق کو اٹھاتی ہوں۔"

"وہ کس لیے؟"

"بھئی اس کے ساتھ جائیں گے نا۔" وہ رسانیت سے بولی تو لائبہ گڑبڑا سی گئی۔ سارا پروگرام درہم برہم ہوتا محسوس ہوا پر عائشہ کو وہ منع بھی نہیں کر سکتی تھی۔ دراصل آج اس نے ذیشان سے ملنے کا پروگرام بنایا تھا۔

اس نے فون کر کے ذیشان کو کہہ دیا تھا کہ میرے ساتھ کاسنی کپڑوں میں ملبوس میری کزن ہوگی، اسے کچھ معلوم نہیں ہے اس لئے آپ کوئی بے اختیاری نہیں دکھایئے گا۔

فی الحال یہی طے ہوا تھا کہ ابھی وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے، بعد میں طے کیا جائے گا کہ کیا کریں۔

لائبہ نے عائشہ کے اسکارف کا ڈیزائن اور کلر گاؤن کا بلیک کلر پہلے سے ہی بتا دیا تھا۔ یعنی وہ عائشہ تھی اور عائشہ لائبہ تھی۔ اسے ذیشان پہ اپنے پردے کا رعب بھی تو جمانا تھا۔

دانش نے گاڑی کمرشل مارکیٹ کے پارکنگ ایریا میں روکی تو لائبہ کا دل دھڑکنے لگا۔ دونوں گاڑی سے نکلیں وہ آگے آگے اور دانش کی رنگ جھلاتا ان کے پیچھے تھا۔ طے کی ہوئی جگہ کی جانب لائبہ نے چور نگاہوں سے دیکھا تو ذیشان کو دیکھ کر وہ دیکھتی رہ گئی۔ سچ مچ وہ سراہے جانے کے لائق تھا۔ شہاب، ولید سے قدرے دور اوٹ میں کھڑا تھا۔ حجاب میں ملبوس لڑکی کو دیکھ کر اسے قدرے افسوس ہوا۔ "لگتی نقاب ہے اور کرتوت تو دیکھو۔" وہ سخت کبیدہ خاطر ہوا۔ نقاب والی لائبہ کے ساتھ جو قیامت سی لڑکی تھی وہ واقعی دیکھے جانے کے لائق تھی۔ چکن کے کاسنی سوٹ میں ملبوس لائبہ کی کزن کا متناسب جسم قیامت خیز تھا۔

ولید، دانش کو اچھی طرح پہچانتا تھا اور اس کے ساتھ بلیک گاؤن میں ملبوس اس کی منگیتر اور شہاب کی جان جاناں کے سوا بھلا اور کون تھی، تو یہ تھی پردہ دار عائشہ کی حقیقت، اس کے ساتھ منگنی کر کے کسی اور کے ساتھ پیار کی پینگیں بڑھا رہی تھی۔ ولید وہیں سے سر درد کا بہانہ کر کے گاڑی ٹرن کر کے واپس چلا گیا۔ شہاب ہیلمٹ میں چہرہ چھپائے موٹر سائیکل پہ دونوں لڑکیوں کے پیچھے پیچھے آنے لگا، اس کی پوری توجہ لائبہ کی طرف تھی جو کاسنی سوٹ میں ملبوس اپنے حسن کے جلوے بکھیر رہی تھی۔

ولید واپس آ کر جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹ گیا۔ دماغ کہہ رہا تھا یہ غلط فہمی تو ہو سکتی ہے اور دل کہہ رہا تھا نہیں یہ سچ ہے جو اس نے دیکھا ہے۔

اس کے گھر والے تین چار بار عائشہ کے گھر جا چکے تھے، سوئے اتفاق وہ ان کے ہمراہ نہیں تھا، وہ بھی روبرو اپنی ہونے والی شریک سفر کو دیکھنا چاہتا تھا، پر ابراہیم صاحب کی وجہ سے بات بنتے بنتے رہ گئی تھی کیونکہ اسماعیل صاحب اور زینب تقریباً راضی تھے اور ولید کے گھر والوں نے بھی عائشہ کو بہو تسلیم کر لیا تھا۔

اس نے سب سے اس کی تعریف ہی سنی تھی۔ کل جو گھر میں ہونے والی تقریب میں انہیں بھی بلوایا گیا تھا۔ ولید صورت حال کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لینا چاہتا تھا۔ واقعہ ایسا تھا کہ وہ کسی کے ساتھ شیئر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دوسرے روز وہ خود امی اور بہنوں کو چھوڑ کر آیا۔ اسماعیل صاحب نے اندر آنے کو کہا پر وہ ضروری کام کا کہہ کر سیدھا گھر چلا آیا۔ اسے آئے ہوئے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ شہاب بھی چلا آیا۔ وہ کل والے واقعے کی وجہ سے بہت پرجوش ہو رہا تھا۔ ولید اندرونی اضطراب چھپائے ہوں ہاں کرتا رہا۔ شہاب کے پاس اپنی محبوبہ کی باتیں تھیں اور اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ شہاب اس کا چہرہ دیکھ کر سمجھ گیا کہ کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے پر کریدنے پر بھی وہ نہ بولا تو شہاب بھی خاموش ہو گیا۔

ولید کے گھر والوں نے وجہ بتائے بغیر چپ چاپ رشتہ ختم کر دیا۔ تعجب کے بار بار اپنا قصور پوچھنے پر ولید کی امی نے فقط اتنا کہا کہ "میرے بیٹے کو عائشہ کے چال چلن پر شک ہے۔" ساتوں آسمان گویا ان کے سر پر گر پڑے تھے۔

عائشہ جیسی سادہ دل، کم آمیز بچی بھلا کیسے بدچلن ہو سکتی ہے؟ وہ سر پکڑ کر رونے لگیں۔

اس وقت لائبہ دو لڑکوں سے بیک وقت شکار اور شکاری کا کھیل کھیل رہی تھی۔ اس نے ٹائم پاس سے آغاز کیا تھا اور اب خاصی مشتاق ہو چکی تھی۔ ذیشان حسن والا واقعہ ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت بھی وہ رٹے رٹائے فقرے بول رہی تھی۔ "پانچ فٹ دو انچ میرا قد ہے، کلر فیئر ہے دو انچ کی چوڑی آتی ہے میری کلائی میں، قمیص شلوار اور بڑے بڑے دوپٹے لیتی ہوں براؤن بال ہیں، براؤن آنکھیں ہیں حجاب استعمال کرتی ہوں۔" یہ فقرے تو اسے ازبر ہو چکے تھے۔ اور سننے والا فدا ہو کر رہ جاتا۔

❀ ❀ ❀

چار سال یوں گزرے جیسے چار پل۔

عائشہ کی شادی بہت اچھے گھرانے میں ایک آرمی آفیسر کے ساتھ ہو گئی تھی۔ وہ اپنے گھر میں خوش و خرم تھی۔ شوہر صاحب اکلوتے بیٹے تھے ایک نند اور ساس سسر تھے جو اس پر دیوانہ وار نثار رہتے۔ اپنی خدمت گزاری اور خلوص سے اس نے بہت جلد اپنا مقام بنا لیا تھا۔

آج لائبہ کی شادی تھی۔

وہ دلہن بنی سکھیوں کے سنگ بیٹھی ہوئی تھی۔

اس کا ہونے والا شوہر بہت پیسے والا تھا۔ ابراہیم صاحب کی ٹکر کے تھے وہ لوگ۔

ابو اور بھائیوں نے خود آنے والے رشتے کو اوکے کیا تھا۔ اس دوران ابراہیم صاحب کی پوری کوشش تھی کہ لائبہ ہونے والے شوہر کو دیکھ نہ سکے۔ ان کی یہی نرالی منطق تھی، بہرحال آج بیٹی کا بھاری بوجھ ان کے سر سے اتر گیا تھا۔

* * *

”گل کو گل نہ کہوں تو کیا کہوں۔“ اس کا شوہر رونمائی کا تحفہ اس کی کلائی میں پہناتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس نے ذرا کی ذرا بوجھل پلکیں اٹھا کر پہلی بار اپنے شریک سفر کو دیکھا۔ خوشحالی کی چمک اس کے آسودہ چہرے سے عیاں تھی۔ وہ متاثر کن شخصیت کا مالک لگ رہا تھا۔

لائبہ نے نگاہیں جھکا لیں۔ آج اسے بے انتہا شرم آ رہی تھی۔

شہاب رضا نے چار سال اور دو ماہ پہلے تک اس کا گھر تک پیچھا کیا تھا۔ اس کا شاندار گھر دیکھ کر ہی اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس کے گھر والے ایک بیروزگار شخص کو ہرگز بیٹی کا ہاتھ نہیں تھمائیں گے، جسے دیکھتے ہی وہ پہلی نگاہ میں متاثر ہو گیا ہے۔ پراپرٹی ایجنٹ سے ایس آر بلڈرز تک اس کی ذاتی محنت اور کاوشوں کو بھی دخل تھا، جب اپنے والدین کو اس نے پہلی نگاہ میں اسیر کرنے والی لڑکی کے گھر بھیجا تو انکار نہیں ہوا۔ اس دوران وہ اس سے غافل نہیں رہا تھا، اپنے طور پہ معلومات کا سلسلہ جاری رکھا جس سے وہ خاصا مطمئن ہوا۔ اس کی پرورش روایتی انداز میں ہوئی تھی اس کے کردار میں کہیں جھول نہیں تھا۔ یہ سب باتیں جاننے کے لئے اسے اپنے ذرائع استعمال کرنے پڑے تھے۔

شادی کا عروسی جوڑا شہاب نے اپنی پسند کا بنوایا تھا جو گل کے اپسرا سراپے پہ خوب جچ رہا تھا۔ وہ بے تکلفی سے دوستانہ ماحول میں بات کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ گل کی جھجک کم ہو رہی تھی۔ شہاب کو اس کی آواز بڑی اچھی لگی۔ ابھی تک افسانۂ محبت اس نے گل کو سنانے کی ابتداء نہیں کی تھی۔

پھر کافی دیر گزر گئی۔ وہ کپڑے بدلنے کے لئے اٹھی۔ پہلے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں دیکھ کر اس نے دوپٹے سے پنیں نکالیں۔ پھر گھنیرے بال کھولے۔ شہاب اس کی پشت پہ کھڑا تھا۔

"مجھے پتا ہے۔" وہ اس کی جذبوں سے دہکتی آنکھوں کی تپش بخوبی محسوس کر رہی تھی۔ وہ بالوں میں برش کر رہی تھی۔ معاً جڑاؤ کنگن میں اس کے سلکی بالوں کی ایک لٹ پھنس گئی تو اس نے وہیں ہاتھ روک لیا۔

"آپ کو پتا ہے، مجھے دو انچ کی چوڑی فٹ آتی ہے، قمیص شلوار اور بڑے بڑے دوپٹے مجھے پسند ہے، چوڑیاں میں بڑے شوق سے پہنی ہوں۔ یہ کنگن سوا دو انچ کا ہے، کھلا ہے میری کلائی میں۔" اس نے کنگن اتار کر ناز سے شہاب کی طرف بڑھایا مگر شہاب تو کہیں اور ہی پہنچا ہوا تھا۔ یہ آواز لہجہ یہ لفظ نئے تو نہیں تھے۔ بس وہی دھوکہ کھا گیا تھا۔

جڑاؤ کنگن اس کے ہاتھ سے ٹکراتا ہوا زمین بوس ہو گیا۔

"دوانچ کی چوڑی۔"

"دوانچ کی چوڑی۔"

ذہن پہ مسلسل یہ لفظ ہتھوڑے برسا رہے تھے۔ اب تو ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اس کا شکست خوردہ سراپا بھی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

"دوانچ کی چوڑی۔"

"دوانچ کی چوڑی۔"

* * *